OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

شبلی نعمانی کی الفاروق اور غلام احمد پرویز کی تصنیف شاہکارِ رسالت ﷺ کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of Shiblī' No'manī's "al-Farooq: and Ghulam Ahmad Pervaiz's "Shāhkār-e-Risālat"

Mr. Abdul Ghaffar
H/M Govt. Elementary School Jalwala Mouza Mattital Multan
Dr. Allah Ditta
AP/HoD Islamic Studies Department Federal Govt. Degree College (W), Multan

Abstract

This article presents a detail review of the books of two renowned scholars of Indo-Pak. In this aspect, this article provides a momentary comparison about the similarities and differences, qualities and components of these two books. First book is "Al-Farooq" written by Shiblī' No'manī, while "Shāhkār-e-Risālat" is the masterpiece of Ghulam Ahmad Pervaiz. Both these books describe the biographical work about the life of the second Caliph of Islam, Umar b. al-Khattab. Although, these two books are on the same topics and having almost same contents, facts and figures and some similarities but these books differ in their focus and style, with "Al-Farooq" taking a more straightforward and historical approach, while "Shahkar Risalat" is more critical and anticipated and projected target oriented in nature. However, both books share a common goal of providing readers with a deeper understanding of

CC BY

the life of the important figure of Islamic history. Additionally, both works aim to help readers gain insight into the historical and cultural context of early Islam, and the impact of his life had on the development of the Islamic civilization and its followers. In conclusion, both "Al-Farooq" and " Shāhkār-e-Risālat " are valuable resources for those interested in learning more about the early years of Islam and the life of Hazrat Umar.

Key Words: Shiblī', "Al-Farooq, Pervaiz', "Shāhkār-e-Risālat", Comparative Study

تمہید

حضرت عمرؓ تاریخ اسلام کی وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن پر پیغمبر خدا ﷺ کے بعد شاید سب سے زیادہ لکھا گیا ہے اور لکھا جا رہا ہے اور یہ علمی کاوشیں دنیا کے کسی ایک خطے یا دنیا کی کسی ایک زبان تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے ہر خطے اور دنیا کی ہر زبان میں لکھا جا رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ انہی میں سے ایک کتاب متحدہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم مولانا شبلی نعمانی کی الفاروق بھی ہے جو کہ اس موضوع پر ایک گراں قدر تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ مولانا شبلی کو اپنی کتابوں میں الفاروق سب سے زیادہ پسند تھی اسے وہ اپنی غزل مرصع کہتے تھے۔[1] جب کہ دوسری کتاب غلام احمد پرویز کی شاہ کار رسالت ہے جو اگرچہ الفاروق جیسی مقبولیت تو حاصل نہیں کر سکی جس کی وجہ شاید مصنف کے مخصوص افکار و نظریات رہے ہوں گے ورنہ کچھ خامیوں کے باوصف یہ کتاب بھی بہت سی خوبیوں کا مرقع ہے۔ اس آرٹیکل میں الفاروق (شبلی نعمانی) اور شاہکار رسالت (پرویز) کا تقابلی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ دونوں کتب کے زمانہ تالیف اور وجہ تالیف کا تقابل، مصادر و ماخذ کے لحاظ سے دونوں کتب کے اہم مضامین کا تقابل، اسلوب تحریر، دونوں کتب کی مشترک و غیر مشترک خصوصیات کا موازنہ کیا گیا ہے۔ آرٹیکل کے آخر میں نتائج تحقیق کو بیان کیا گیا ہے کہ کون سی کتاب مستند حوالہ جات، اسلوب تحریر اور دیگر خصوصیات کے لحاظ سے بہتر ہے۔

مولانا شبلی نعمانی کے احوال و آثار و الفاروق کا تعارف

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کی ولادت ذیقعدہ 1274ھ بمطابق مئی 1857ء ضلع اعظم گڑھ کے نواحی گاؤں بندول میں ہوئی[2]۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ حبیب اللہ اور مولوی شکر اللہ سے حاصل کی[3]۔ اس کے بعد مولانا فاروق کیفی چڑیا کوٹی، مولانا عبدالحئی فرنگی محل، مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے کسب فیض کیا[4]۔ مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم، المامون، سیرۃ النعمان، الفاروق، شعر العجم اور سیرۃ النبی ﷺ آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ وفات سے قبل سید سلیمان ندوی سے یہ عہد لیا کہ وہ سیرت النبی ﷺ پر کام مکمل کریں گے۔ مولانا شبلی نعمانی نے 18 نومبر 1914ء کو وفات پائی۔[5] الفاروق حضرت عمر کی

سوانح عمری ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ اس کی اولین اشاعت جنوری 1899ء میں ہوئی۔[6] مولانا شبلی کو اپنی اس تصنیف پر بڑا ناز تھا۔ شبلی خود اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ میں اپنی تصنیفات میں الفاروق کو زیادہ بہتر تصور کرتا ہوں۔[7] اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں تمہید کے علاوہ سیدنا عمر فاروق کی ولادت سے وفات تک کے واقعات اور فتوحات ملکی کے حالات ہیں۔ دوسرے حصے میں ان کے ملکی، رفاہی اور مذہبی انتظامات اور علمی کمالات اور ذاتی خصائل وعادات کی تفصیل ہے۔ اور یہی دوسرا حصہ مصنف کی سعی ومحنت کا شہ پارہ ہے۔ الفاروق کا حصہ دوم تاریخی تحقیق کا ایک کارنامہ ہے۔

غلام احمد پرویز کے احوال و شاہکار رسالت ﷺ کا تعارف

علامہ غلام احمد پرویز کی ولادت مورخہ 8 جولائی 1903ء کو (موجودہ مشرقی پنجاب کے) ضلع گورداسپور کے قصبہ بٹالہ میں ہوئی۔[8] پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن مکمل کی۔ ان کے نامور اساتذہ میں حکیم مولوی رحیم بخش، حافظ محمد اسلم جیراج پوری ہیں۔ بی اے پاس کرنے کے بعد سول سروس میں چلے گئے۔ جلد ہی ریٹائر منٹ لے لی تاکہ دینی خدمات سرانجام دے سکیں۔ پاکستان میں درس قرآن کے سلسلے کا آغاز 1950ء سے کیا۔[9] ان کی اہم تصنیفات مفہوم القرآن' لغات القرآن' مطالب القرآن' معراج انسانیت' شاہکار رسالت' اقبال اور قرآن ہیں۔ 24 فروری 1985ء کی شام وہ اپنی حیات آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔[10] شاہکار رسالت علامہ غلام احمد پرویز کی عظیم تصنیف ہے۔ شاہکار رسالت چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ابواب کے عنوانات کو غالب اور علامہ اقبال کے اردو اور فارسی اشعار سے مزین کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں 25 صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے جس کو گزر گاہ خیال کا نام دیا گیا ہے جس میں علامہ پرویز نے اپنے ابتدائے شباب کا زمانہ' روایات و تاریخ کے بارے میں اپنے مسلک و نظریے کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ کتاب کے اہم مضامین میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذاتی اور خاندانی کوائف' اسلام لانے کا واقعہ' عہد رسالت میں حضرت عمر کا مقام' خلافت فاروقی' واقعہ قرطاس' فقہی فیصلے' امیر المومنین کا لقب' خالد بن ولید کی معزولی، مجلس شوریٰ' عدل فاروقی' حضرت عمر کا قرآن سے استدلال' شہادت عمر، احادیث نبوی ﷺ اور عمر فاروق' شامل ہیں۔ آخری باب شعلہ عشق سیاہ پوش ہوا تیرے بعد میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ عہد فاروقی کے بعد حقیقی اسلام کس طرح مروجہ اسلام میں تبدیل ہو گیا۔

مقاصد تالیف اور زمانہ تالیف کا تقابل

ہر کتاب کی اہمیت اس کے زمانہ تالیف اور مقاصد تالیف کی بنیاد پر متعین کی جاتی ہے۔ زمانہ تالیف کے تعین سے مؤلف کے عصری رجحانات کا پتہ چلتا ہے نیز مصنف کے تحقیقی معیار کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ مولانا شبلی نے اپنی کتاب الفاروق کے خاتمے کے ساتھ ہی اختتامی تاریخ بھی لکھ دی ہے جو 5 جولائی 1898ء درج ہے۔ شبلی نعمانی نے الفاروق کی وجہ تالیف بیان نہیں کی۔ محمد اکرام شیخ یادگار شبلی میں تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "الفاروق پر اس طرح جان چھڑک کر اور عہد فاروقی کے خد و خال پوری طرح نمایاں کرکے وہ مغربی نکتہ چینیوں کے ان تمام اعتراضات کا جواب دے رہے تھے جو وہ مسلمان حکومتوں پر کرتے تھے۔"[11] شاہکار رسالت کے دیباچہ کے آخر میں زمانہ تالیف نومبر 1973ء درج ہے۔ علامہ پرویز شاہکا رسالت ﷺ کی وجہ تالیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "تاریخ وروایات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

متعلق ہر قسم کا رطب ویابس مخلوط ملتا ہے۔ لیکن جب میں نے اسے اپنے مسلک (یعنی قرآنی معیار) کے مطابق چھانا پھٹکا تو یہ اپنی منزہ شکل میں سامنے آگیا۔ میں نے اسلام کو بحیثیت دین (نظام حیات) سیرت فاروقی سے سمجھا تھا اس لئے اس سیرت کو اجلی اور نکھری صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنا اپنے ذمہ قرض محسوس کرتا تھا الحمد کہ میں آج اس قرض سے سبکدوش ہو رہا ہوں"۔[12]

دونوں کتب کے اہم مضامین کا تقابل و تجزیہ

1۔نام و نسب اور ولادت

شبلی نعمانی نے الفاروق میں عمر بن خطاب کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔[13] حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدی کی اولاد سے ہیں اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے آٹھویں پشت میں جا کر ملتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ماں جن کا نام حنتمہ تھا ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھی۔ مغیرہ کے بیٹے ہشام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نانا تھے۔ مشہور روایت کے مطابق ہجرت نبوی سے 40 برس قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ علامہ پرویز اس موضوع پر قلم طراز ہیں۔ قبیلہ عدی جس کی اولاد سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے آٹھویں پشت میں جا کر ملتا ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش بعثت نبوی ﷺ کے چھٹے سال ہوئی۔ معلوم ہوا کہ شبلی نعمانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جد امجد' والد' والدہ برادر عم زاد کی مکمل تفصیل کتاب میں دی ہے۔ اس کے علاوہ بارہ پشت تک سلسلہ نسب بیان کر دیا ہے۔ جبکہ پرویز نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جد امجد اور بارہ پشت تک سلسلہ نسب کی تفصیل نہیں لکھی۔ شبلی نے خاندانی کوائف اور ولادت کا ذکر تاریخ کی مستند کتابوں کا حوالہ دے کر کیا ہے جبکہ پرویز نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ان دو نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ شبلی نعمانی کو اس موضوع پر فوقیت حاصل ہے۔

2۔سن رشد اور شباب کا زمانہ

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔ سن رشد کو پہنچ کر خطاب ان کے باپ نے ان کو جو خدمت سپرد کی وہ اونٹوں کا چرانا تھا۔ شباب کا آغاز ہوا تو نسب دانی' شہسواری' قوت تقریر' سپہ گری پہلوانی اور کشتی کے فن میں کمال حاصل کیا۔ اس زمانے میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے میں 17 آدمی تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ ان میں ایک عمر بن خطاب تھے۔ عرب میں معاش کا ذریعہ تجارت تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ شغل اختیار کیا۔ عکاظ کے معرکوں اور تجارت کے تجربوں نے ان کو تمام عرب میں روشناس کرا دیا۔ قبائل میں جب کوئی پر خطر معاملہ پیش آتا تو انہی کو سفیر بنا کر بھیجتے۔ اس موضوع پر دونوں مولفین علامہ شبلی اور غلام پرویز کا نقطہ نظر تو ایک ہی ہے لیکن علامہ شبلی نے یہ موضوع لکھتے ہوئے جاحظ کی کتاب البیان' طبقات ابن سعد' فتوح البلدان' تاریخ دمشق لابن عساکر اور علامہ مسعودی کی مشہور کتاب مروج الذہب کے حوالہ جات دیئے ہیں جبکہ علامہ پرویز نے اس موضوع پر لکھتے ہوئے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

3۔ قبول اسلام کا واقعہ

مولانا شبلی نعمانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی روایتوں میں سب سے مشہور روایت نقل کی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ (نعوذ باللہ) بانی اسلام کا قصہ پاک کر دیں۔ تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے اتفاقاً نعیم بن عبد اللہ مل گئے۔ پوچھا خیر ہے بولے محمد کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے۔ فوراً بہن کے گھر پلٹے وہ قرآن پڑھ رہی تھی۔ ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں۔ بہن سے پوچھا؟ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔ بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے اور بہن کو بھی لہولہان کر دیا اور فرمایا جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزاء لا کر سامنے رکھ دیئے۔ اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی۔ سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ [14] جب اس آیت پر پہنچے۔ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ [15] تو بے اختیار پکار اٹھے۔ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ دار ارقم پر دستک دی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کس ارادے سے آئے ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی ایمان لانے۔ رسول اللہ ﷺ نے بے ساختہ اللہ اکبر پکارا ساتھ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس زور سے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔[16] علامہ پرویز بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نہ ہی یہ ممکن ہے کہ مکہ میں رہتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی قرآنی آیات نہ سنی ہو۔ اس روایت کو کیوں نہ صحیح مانیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بیان کی ہے۔ جاہلیت میں' میں شراب کا رسیا تھا۔ ایک رات شراب نہ ملی اور کعبہ کا طواف کرنے چلا گیا۔ وہاں محمد ﷺ کو پایا وہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ [17] ان الفاظ میں کچھ ایسا بلا کا اثر تھا کہ میں نے کہا کہ قریش جو کہتے ہیں کہ یہ شخص نہایت بلند پایہ شاعر ہے تو وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ [18] میں نے کہا کہ یہ تو اپنے شاعر ہونے سے بھی انکار کرتا ہے۔ یہ کاہن ہو گا۔ اتنے میں میرے کان میں یہ الفاظ پڑے وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ [19] میں نے کہا یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا۔ اس کا جواب مجھے ان الفاظ میں ملا تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ [20] آپ ﷺ نے نماز ختم کی اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا۔ گھر کے نزدیک آپ ﷺ نے پوچھا۔ ابن خطاب تم ایسے وقت میں یہاں کیسے؟ ابن خطاب نے کہا یہ گواہی دینے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر میرے لئے ثبات واستقامت کی دعا مانگی۔[21] شبلی نعمانی نے قبول اسلام کے واقعہ کی یہ روایت انساب الاشراف بلاذری، طبقات ابن سعد، اسد الغابہ وابن عساکر و تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کی ہے جبکہ پرویز نے یہ روایت محمد حسین ہیکل کی کتاب عمر فاروق اعظم کا حوالہ دے کر نقل کی ہے۔ لیکن پرویز کی یہ بات درست ہے کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے' اس لیے کہ حضرت عمر کے اپنے بیان کو ترجیح حاصل ہے نیز یہ صحت کے معیار پر بھی پوری اترتی ہے کہ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے [22] جب کہ مشہور روایت کو علماء منکر وضعیف قرار دیتے ہیں۔

4۔ حضرت عمر کی ہجرت

علامہ پرویز لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے ہجرت بھی اسی جرأت و بہادری سے کی جس طرح اپنے اسلام لانے کے واقعہ کو اس قدر جرأت اور بے باکی کے ساتھ عام کیا تھا۔ اگرچہ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے دیگر مسلمانوں کی طرح خاموشی سے ہجرت کی تھی اور آپ کے ساتھ بیس سوار اور تھے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے بیس آدمیوں کے ساتھ مدینے کا سفر کیا۔ شبلی نعمانی نے ان صحابہ کے نام بھی لکھ دیئے ہیں جنہوں نے حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کی۔ علامہ شبلی نے مستند کتب صحیح بخاری، سیرۃ ابن ہشام کا حوالہ دے کر یہ روایت نقل کی ہے اور ان صحابہ کے نام بھی لکھ دیئے ہیں جنہوں نے حضرت عمر فاروق کے ساتھ مل کر ہجرت کی جبکہ پرویز نے حسب معمول یہ موضوع ذکر کرتے ہوئے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

5۔ فاروق کا لقب:

علامہ پرویز قلم طراز ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو کفر و اسلام اور حق و باطل کا فرق نکھر کر سامنے آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل کو حق سے سرفراز فرمایا اور وہ فاروق ہیں جن کے ذریعے حق اور باطل میں تفریق کی گئی۔ تعجب ہے کہ اس اہم موضوع پر علامہ شبلی نے خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ کتاب کا نام الفاروق رکھ دیا۔ اس موضوع پر پرویز کو گرفت ہے۔ لیکن حسب معمول پرویز نے اس موضوع کو لکھتے ہوئے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

6۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برادر اسلامی

علامہ شبلی نے الفاروق میں لکھا ہے کہ اخوت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جس کا بھائی قرار دیا۔ ان کا نام عتبان بن مالک تھا جو قبیلہ بنی سالم کے سردار تھے۔ علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ ابن ہشام کا حوالہ دے کر یہ مضمون لکھا ہے جبکہ علامہ پرویز نے اس موضوع پر شاہکار رسالت ﷺ میں خاموشی اختیار کی ہے۔

7۔ عہد رسالت مآب ﷺ اور غزوات

عہد رسالت مآب ﷺ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کردار اہم موضوع ہے۔ جن واقعات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص تعلق تھا۔ وہ واقعات اور حالات علامہ شبلی نے الفاروق میں اختصار کے ساتھ لکھتے ہوئے سیرت ابن ہشام، طبری، کتاب الخراج، صحیح بخاری، فتح الباری، صحیح مسلم کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ دوسری جانب علامہ پرویز نے سوائے بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ کی رائے کے کوئی بات نہیں لکھی۔ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی ﷺ میں جو کارنامے سرانجام دیئے وہ حقیقت میں سیرت نبوی ﷺ کا حصہ ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ شاہکار رسالت ﷺ میں پرویز نے غیر متعلقہ موضوعات کی بھرمار کر دی ہے۔ سو سے زائد صفحات ایسے ہیں جن کا سیرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر دو صفحات غزوات پر اور خصوصاً جن واقعات میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاص تعلق تھا۔ اختصار کے ساتھ لکھ دیتے تو بہتر ہوتا لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ پرویز نے جنگ موتہ اور جنگ بتوک کا ذکر تو کیا لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ان غزوات میں کیا کردار تھا۔ ایک لفظ بھی نہ لکھا۔

8۔ واقعہ قرطاس

علامہ شبلی قلم طراز ہیں۔ آپ ﷺ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کی اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہوگے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ رسول اکرم ﷺ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بہکی باتیں کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) روایت میں ھجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔ شبلی نعمانی اس اہم واقعہ پر تبصرہ کرتے ہیں کہ ایک پیغمبر کا وفات کے قریب یہ کہنا کہ قلم دوات لاؤ میں ایسی چیز لکھ دوں کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو۔ اس میں ہذیان کی کیا بات ہے۔ یہ روایت اگر صحیح سمجھی جائے۔ تب بھی اس قدر بہر حال تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے اس روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں۔ جن سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہوش میں نہیں ہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم دوات طلب فرما رہے ہیں۔ پس ایسی روایت سے جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیتیں چھوڑ دیں۔ پس واقعہ پر کیونکہ استدلال ہو سکتا ہے؟ اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور یہ کہ ان کی عمر اس وقت کل 13-14 برس کی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے موقع پر موجود نہ تھے اور یہ معلوم نہیں کہ یہ واقعہ انہوں نے کس سے سنا اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس روایت کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔[23] علامہ پرویز نے واقعہ قرطاس کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر پوری کتاب میں متعدد بار یہ بات منوانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان کہ حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے قرآن ہی کافی ہے۔ خود قرآن کریم کے دعویٰ کے عین مطابق ہے اور روایت تاریخ کے بارے میں پرویز کا جو مسلک ہے بالکل درست ہے۔ روایات ہوں یا تاریخ ضرورت ہے اسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے جو اس پر پورا اترے اسے تسلیم کر لیا جائے جو اس کے خلاف ہو اسے مسترد کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان حسبنا کتاب اللہ کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ کتاب اللہ سے صرف قرآن کریم مراد ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری ایسی روایات موجود ہیں جس میں انہوں نے کتاب اللہ کا اطلاق اس حکم شرعی پر کیا ہے جو احادیث میں موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری ایام میں مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں یہ بھی تھا: وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللَّهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ[24] رجم کا حکم اللہ کی کتاب میں موجود ہے اور بالکل درست ہے یہ ان مردوں اور خواتین کے بارے میں ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کریں۔ رجم کا ذکر قرآن میں صراحت کے ساتھ نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں فرمایا کتاب اللہ۔ یہاں کتاب اللہ سے مراد حکم شرعی ہے۔ خواہ وہ حدیث میں ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان حسبنا کتاب اللہ کا مطلب یہی تھا کہ نبی کریم ﷺ اس وقت شدت مرض میں مبتلا ہیں۔ لہذا انہیں لکھنے کی تکلیف نہیں دینی چاہئے بلکہ قرآن و حدیث میں جو احکام موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔

9۔ شہادت عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے اسباب

شبلی لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں فیروز نامی پارسی غلام تھا جس کی کنیت ابولولو تھی۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا روزانہ دو درہم (تقریباً سات آنے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیشہ پوچھا بولا۔ نجاری۔ نقاشی۔ آہن گری فرمایا یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہوا۔ دوسرے دن صبح کی نماز پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کیلئے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی۔ فیروز نے گھات میں سے نکل کر چھ وار کئے پکڑا گیا ساتھ ہی اس نے خودکشی کرلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ یکم محرم ذوالحجہ 24ھ کو دفن کئے گئے۔ علامہ پرویز نے شہادت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ جو شبلی نے اوپر لکھا ہے۔ یہاں تک کہ علامہ پرویز اور شبلی نعمانی کی ایک ہی رائے ہے۔ لیکن شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے اسباب میں دونوں مولفین کی رائے مختلف ہے۔ شبلی نعمانی نے شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے اسباب الگ سے تحریر نہیں کئے۔ اس واقعہ سے علم ہوتا ہے کہ یہ فیروز کا ذاتی انتقام تھا۔ جب کہ علامہ پرویز لکھتے ہیں۔ ایران نے مسلمانوں کے ہاتھوں جو اس قدر ذلت آمیز شکست کھائی۔ یہ اس کے انتقام کا پہلا قدم تھا۔[25]

یہ تاریخی المیہ لکھتے ہوئے شبلی نعمانی نے فتح الباری، طبری کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ لیکن پرویز نے اتنا بڑا سانحہ اسلام لکھتے ہوئے حسب معمول کسی تاریخی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ علامہ پرویز نے شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے اسباب اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا انجام لکھتے ہوئے پچاس 50 صفحات بھر دیئے۔ لیکن یہ اسباب کہاں سے لئے کسی مستند کتاب یا غیر مستند کتاب کا حوالہ نہ دیا۔ نہ ہی کسی ایسے محقق کا نام لیا۔ جس نے ان اسباب کو تسلیم کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اسباب شہادت میں فوری سبب تو ابولولو فیروز کا واقعہ ہی بنا۔ لیکن اس سے بہت پہلے خاتم النبیین ﷺ شہادت کی پیشگوئی فرما چکے تھے۔ بخاری نے روایت کی ہے۔ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، فَرَجَفَ بِهِمْ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ، قَالَ: «اثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدَانِ»[26] شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے اسباب میں اس دعا کا بھی فوری اثر تھا جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 23ھ میں منیٰ سے واپسی پر تمنائے شہادت کیلئے مانگی تھی۔ دونوں مولفین نے اس دعا کا تذکرہ نہیں کیا۔ حالانکہ شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اہم اسباب میں اس دعا کی بڑی اہمیت ہے۔ محمد حسین ہیکل اس کے متعلق رقم طراز ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سال کے سال حج کو تشریف لے جاتے تھے۔ معمول کے مطابق وہ اس سال 23ھ میں بھی حج کو گئے امہات المومنین ہمراہ تھیں جب ارکان حج سے فارغ ہوئے اور منیٰ سے پلٹے تو ابطح میں اپنا اونٹ بٹھایا۔ سنگریزے جمع کر کے ایک چبوترہ سا بنایا اور اس پر اپنی چادر کا کنارہ ڈال دیا۔ پھر اس کے بعد اس پر چت لیٹ گئے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگے۔ یا اللہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ ہڈیاں نرم پڑ گئی ہیں۔ قوتیں جواب دے رہی ہیں اور رعایا پھیل گئی ہے۔ اب مجھے اپنے پاس بلالے۔[27] جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی لکھتے ہیں۔ اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ الٰہی مجھے اپنی راہ میں شہید کیجئے اور اپنے محبوب کے شہر میں مجھے موت دیجئے۔[28] چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور ابھی ذوالحجہ ختم نہیں ہوا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ شہید

کر دیئے گئے۔ اس لیے اسباب شہادت درج ذیل ہیں: 1۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی شہادت عمر رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی۔ 2۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تمنا اور دعا۔ 3۔ فقدان احتیاط۔ 4۔ فوری سبب ابو لولو فیروز کا حملہ

10۔ صائب الرائے ہونا

شبلی الفاروق میں اس مضمون پر لکھتے ہیں۔ آپ کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملے میں یہ کہتے تھے کہ میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے تو ہمیشہ وہی پیش آتا تھا جو ان کا گمان ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ اصابت رائے کی کیا دلیل ہوگی کہ ان کی بہت سی راتیں مذہبی احکام بن گئیں اور آج تک قائم ہیں۔ اذان کا طریقہ حضرت عمر کی رائے سے قائم ہوا۔ اسیر ان بدر کے معاملے میں جب اختلاف ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی وحی اس کے موافق آئی۔ اسی طرح ازواج مطہرات کا پردہ، منافقوں پر نماز جنازہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو رائے دی ۔ وحی اس کے موافق آئی۔ علامہ پرویز اس موضوع پر لکھتے ہیں۔ وہ روایات جن کے مطابق یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں احکام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور خیال کے مطابق نازل ہوئے ناقابل اعتبار اور وضعی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست وبصیرت کے اور بے شمار واقعات ہمارے سامنے آئیں گے۔ جو انکی بلندی فکر و نظر کی شہادت پیش کریں گے۔ وحی کو ان کی فراست و بصیرت کے تابع قرار دینے سے ان کا مرتبہ تو بڑھتا نہیں ہے لیکن وحی کی عظمت مجروح اور ابدیت ختم ہو جاتی ہے۔ شبلی نعمانی نے صحیح بخاری، مسلم شریف اور کتاب الخراج کا حوالہ دے کر یہ موضوع لکھا ہے جبکہ پرویز نے ان روایات کو ناقابل اعتبار اور وضعی قرار دے دیا لیکن رجال و تاریخ کی کسی کتاب کا حوالہ درج نہیں کیا۔ جس میں ان روایات کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔ بخاری و مسلم، کتاب الخراج، تفسیر ابن کثیر، تاریخ الخلفاء جیسی مستند کتب میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے یہی لکھا گیا ہے جس کی پیروی شبلی نے کی ہے۔ اسلام کے ابتدائی ماخذات سے معلوم ہوتا ہے کہ شبلی حق پر ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت سی راتیں مذہبی احکام بن گئیں۔

اوّلیات عمر رضی اللہ عنہ

ہر صیغہ میں جو باتیں نئی ایجاد کی گئیں ان کو مورخین نے یکجا لکھا ہے اور ان کو اولیات سے تعبیر کرتے ہیں۔[29] شبلی نعمانی نے الفاروق میں پینتالیس اولیات کا ذکر کیا ہے جبکہ علامہ پرویز نے شاہکار رسالت ﷺ میں دس اولیات کا ذکر کیا ہے۔ چند درج ذیل ہیں۔ بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔ سن ہجری رائج کیا۔ مردم شماری کرائی۔ پولیس کا محکمہ اور جیل خانہ قائم کیا۔ نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔ فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا۔ عشور کی ابتداء کی۔ شراب کی حد اسی 80 کوڑے مقرر کئے۔ اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کئے وغیرہ۔

احادیث نبوی ﷺ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ

علامہ پرویز جمع و تدوین حدیث کے متعلق شاہکار رسالت ﷺ میں یوں رقم طراز ہیں: 1۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ 2۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قسمیں دے دے کر ان سے احادیث کے مجموعے منگوائے اور انہیں جلا دیا۔ 3۔ خلافت راشدہ کے اختتام پر بھی کوئی ایسا مجموعہ احادیث نہیں ملتا جو ان حضرات نے خود مرتب

فرمایا ہو یا ان کی نگرانی میں مدون کیا گیا ہو۔ 4۔ دین کے معاملہ میں حق و باطل اور صحیح اور غلط کا معیار قرآن کریم ہے۔ روایات ہوں یا تاریخ، شریعت ہو یا طریقت 'ضرورت ہے اسے قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جائے جو اس پر پورا اترے' اسے تسلیم کر لیا جائے جو اس کے خلاف ہو اسے مسترد کر دیا جائے۔ 5۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ قرآن کریم کو معیار قرار دے کر عہد رسالت مآب ﷺ اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تاریخ از سر نو مرتب کی جائے۔ یہ اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہو گی۔

شبلی نعمانی الفاروق میں اس مضمون پر لکھتے ہیں: حدیث کے متعلق پہلا کام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا یہ تھا کہ روایتوں کے تفحص و تلاش پر توجہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبوں میں' تحریری ہدایتوں میں' فرامین میں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق جو اصولی مسائل بیان کئے وہ در حقیقت آنحضرت ﷺ کے احکام میں سب سے بڑا کام تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فن کے متعلق کیا اور وہ احادیث کی تحقیق و تنقید اور فن جرح و تعدیل کا ایجاد کرنا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روک ٹوک اور ضبط و احتیاط سے اگرچہ یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ احادیث کم روایت کی گئیں لیکن جس قدر روایت کی گئیں وہ ہر قسم کے احتمالات سے بے داغ تھیں۔ ان کے بعد اگرچہ احادیث کو بہت وسعت ہو گئی لیکن اعتماد اور قوت کا وہ پایا نہ رہا۔[30]

جمع و تدوین حدیث پر تحقیقی جائزہ

جمع و تدوین حدیث کے متعلق مزید تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ پرویز اور شبلی نعمانی میں سے کس کا مؤقف راجح ہے۔ علامہ پرویز نے مسلم شریف کی اس حدیث کو آڑ بنا کر تدوین حدیث پر کڑی تنقید کی ہے۔ لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ[31] مجھ سے قرآن کے سوا کوئی چیز نہ لکھو جس نے قرآن کے سوا کوئی اور چیز لکھی ہو اسے مٹا دے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس احادیث لکھا کرتا تھا تو لوگوں نے مجھ سے کہا نبی اکرم ﷺ کبھی غصے میں ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں تو تم ہر بات لکھ لیتے ہو۔ چنانچہ میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور آپ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ»[32] لکھ لیا کرو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس منہ سے حق کے بغیر کوئی بات نہیں نکلتی۔ ایک دفعہ ایک انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ حضور ﷺ میرا حافظہ کمزور ہے اور آپ کے مواعظ یاد نہیں رہتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ»[33] اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو۔ فتح مکہ کے سال حضرت ابو شاہ یمنی نے حضور ﷺ کا خطبہ سنا۔ اور اس کو لکھوانے کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اسے لکھ کر دے دیا جائے۔[34] حضرت وائل بن حجر حضر موت کے شہزادوں میں سے تھے۔ مدینہ آکر اسلام قبول کیا۔ کچھ دن مدینہ قیام کے بعد جب وطن جانے لگے تو حضرت محمد ﷺ نے ان کی درخواست پر ایک صحیفہ لکھوا کر مرحمت فرمایا۔ اس صحیفہ میں نماز' روزہ' زکوٰۃ' صدقات' شراب سود اور زنا سے متعلق احکامات درج تھے۔ یہ صحیفہ تین کتابوں پر مشتمل تھا۔[35] مذکورہ تمام دلائل یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں حدیثوں کا بڑا ذخیرہ لکھ لیا گیا تھا اور شبلی نعمانی حق پر ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحریری فرامین میں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ کے متعلق جو اصولی مسائل بیان کئے وہ در حقیقت حضور اکرم ﷺ کے احکام تھے۔ ان احکام کی تفصیل احادیث مبارکہ ہی سے ملتی ہے۔ جہاں تک حدیثوں میں دانستہ یا غیر دانستہ کی ہوئی خرابی

یا فتنہ وضع حدیث کا تعلق ہے تو اس کے حل کیلئے شبلی نعمانی نے الفاروق میں فرمایا سب سے بڑا کام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فن کے متعلق کیا وہ احادیث کی تحقیق، تنقید اور فن جرح و تعدیل کا ایجاد کرنا تھا۔ وضعی حدیث کو پرکھنے کیلئے محدثین علماء اور فقہاء نے اصول و ضوابط قائم کئے۔ تاکہ فتنہ وضع حدیث کو کم کیا جا کے۔ انہوں نے اس علم کا نام اسماء الرجال یا علم تاریخ الرواۃ رکھا۔ چنانچہ اس مشن کی بدولت نہ جانے کتنے جعل سازی کے واقعات پکڑ میں آئے۔ ابن عساکر نے ابن علیہ کی زبانی لکھا ہے ہارون الرشید نے ایک زندیق کو گرفتار کر کے اس کی گردن زدنی کا حکم دیا۔ اس پر اس زندیق نے کہا میری ایک ہزار خود ساختہ روایتیں جن میں رسول اکرم ﷺ کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ آپ نے تمام روئے زمین پر پھیلا دی ہیں۔ ان کا کیا علاج کریں گے تو ہارون الرشید نے کہا اے دشمن خدا یقین کر لے کہ تیری پیش کردہ روایات کے ایک ایک حرف کی ابو اسحق اور عبداللہ ابن مبارک تحقیق و تنقید کریں گے اور غلطیاں دور کر دیں گے۔[36] نامور خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید نے پرویز کے حدیث و تاریخ پر کیے گئے اعتراضات کا مستند طریقے سے جواب دیا۔ اس لئے کہ نئے سرے سے تاریخ کو مدون کرنا بہت بڑی غلطی ہو گی۔ اس سے نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا جو امت مسلمہ میں انتشار پیدا کر دے گا۔ ایک مشہور مغربی مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر جس نے امام ابن حجر عسقلانی کی الاصابہ فی تمیز الصحابہ کو مرتب کیا ہے اور اس پر انگریزی زبان میں ایک مقدمہ لکھا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس باب میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی کہ رجال جیسا فن اس کے ہاں ہو نہ ماضی میں کسی قوم میں ایسا فن ہوا ہے نہ آئندہ اس کا کوئی امکان ہے۔ ایک اور انگریز مصنف باس ورتھ نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ علم رجال کی مدد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپ ﷺ کا ارشاد مبارک اور آپ ﷺ کا ہر فعل روز روشن کی طرح ایسے واضح ہے۔ جیسے کوئی چیز سورج کی روشنی کے سامنے ہوتی ہے۔[37]

اسلوب تحریر کا تقابل

مشترک خصوصیات

1۔ علامہ شبلی کا اسلوب پختہ اور عالمانہ ہونے کے باوجود سادہ اور دلکش ہے۔ اس میں وقتی جوش، خود اعتمادی اور برتری موجود ہے۔ علامہ پرویز کے اسلوب کی بھی نمایاں خصوصیت سادگی ہے۔ ان کی تحریر میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں۔ 2۔ مولانا شبلی کے قلم کو جوش انگیز اور ہنگامہ آفریں مضامین کے ادا کرنے میں بے حد مسرت حاصل ہوتی ہے۔ الفاروق میں قلم طراز ہیں۔ فتوحات کے تفصیلی حالات پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام فوج پتلی کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی۔ علامہ پرویز کی تحریر میں بھی خاص روانی ہے شاہکار رسالت ﷺ میں لکھتے ہیں۔ قاتل کا خنجر سینہ عمر میں نہیں قلب کائنات میں پیوست ہو گیا۔ 3۔ مولانا شبلی اور علامہ پرویز دونوں اپنی نثر میں اثر آفرینی کے لئے شاعرانہ وسائل سے کام لیتے ہیں۔ 3۔ علامہ شبلی نعمانی اور علامہ پرویز نے اپنی تصانیف میں مضامین کی وضاحت قرآن و حدیث سے کی ہے۔ 4۔ الفاروق اور شاہکار رسالت ﷺ میں کوئی اشاریہ اور فہارس نہیں دی گئیں صرف فہرست مضامین موجود ہے۔

غیر مشترک خصوصیات

1۔ مولانا شبلی الفاروق میں بیان واقعات میں تسلسل اور ربط کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ جبکہ علامہ پرویز کی شاہکار رسالت ﷺ میں تاریخی واقعات میں ترتیب و ربط کی کمی ہے۔2۔ شبلی کے اسلوب بیان میں ایجاز واختصار اس کی سب سے بڑی خوبی ہے وہ مختصر سے مختصر لفظوں اور فقروں میں بڑی سے بڑی بات کہنے پر قادر ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں وہ معنی ہوتے ہیں جو پورے پیراگرافوں میں بھی نہیں سماتے جبکہ غلام احمد پرویز کی تحریر میں اختصار نہیں پایا جاتا۔ وہ اپنی بات کو وضاحت سے پیش کرنے کے عادی ہیں۔ مثلاً عدل وانصاف کے مضمون پر جبلہ بن ایہم غسانی کا واقعہ علامہ پرویز نے پانچ پیراگراف پر مشتمل دو صفحات پر بیان کیا ہے۔ یہی واقعہ علامہ شبلی نے صرف آٹھ لائنوں میں لکھ دیا۔ اسی طرح شام وعراق کی اراضیات کا مسئلہ علامہ پرویز نے پانچ صفحات پر پیش کیا ہے جبکہ علامہ شبلی نے یہی مضمون صرف دس لائنوں پر مشتمل ایک پیراگراف میں لکھ دیا۔ 3۔ شبلی نعمانی کی الفاروق میں واقعات کا اعادہ وتکرار نہیں پایا جاتا جبکہ غلام احمد پرویز کی کتاب شاہکار رسالت ﷺ میں واقعات کا اعادہ وتکرار ہے۔ مثلاً روایات وتاریخ کے متعلق ہمارا مسلک 'حسبنا کتاب اللہ اور مجلس مشاورت' ان موضوعات پر پرویز نے متعدد بار اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔4۔ شبلی نعمانی بالعموم صداقت وحذاقت اور درایت وروایت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اس لئے واقعات کی بڑی چھان بین کرتے ہیں ان کے خیال میں خوش اعتقادی سوانح عمری کے محاسن پر پانی پھیر دیتی ہے جبکہ علامہ پرویز واقعات کی چھان بین میں اتنی سختی سے کام نہیں لیتے۔4۔ شبلی نعمانی نے سوانح نگاری کے بنیادی اصول ذاتی تاثر سے گریز کو اپنایا ہے جبکہ علامہ پرویز مضامین کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی ذاتی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً احادیث کی تدوین کے ضمن میں جمہور علماء کے مؤقف کے برخلاف اپنی آرا کو منوانے کی پوری سعی کی ہے۔4۔ الفاروق کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کتاب میں اختلافی امور کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ شبلی نے قاری کو فرقہ بندی سے بچانے کی حتی کوشش کی ہے۔ جبکہ شاہکار رسالت ﷺ میں اختلافی امور کا تذکرہ پایا جاتا ہے نیز کتب روایات' تاریخ' صحاح ستہ' مزید برآں اہل سنت والجماعت، اہل حدیث اور شیعہ مسالک پر کڑی تنقید کی گئی ہے۔

نتائج بحث

الفاروق (شبلی نعمانی) اور شاہکار رسالت ﷺ (پرویز) دونوں کتب کے مقاصد تالیف، زمانہ تالیف' اہم مضامین، اسلوب تحریر اور خصوصیات کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد محقق نے درج ذیل نتائج اخذ کئے:

1. دونوں مصنفین نے اپنی مندرجہ بالا کتب اس وقت تحریر کیں جب وہ کافی تصنیفی تجربہ حاصل کر چکے تھے۔ شبلی کی الفاروق کو مقاصد تالیف اور زمانہ تالیف کے لحاظ سے اس لئے برتری حاصل ہے کہ جس زمانہ میں الفاروق تحریر کی گئی۔ اس زمانے میں انگریزوں کا راج تھا اور انگریز اپنے سیاسی ہتھکنڈوں سے یہ بات ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ سیاسی تدبیر میں انگریزوں کا جواب نہ کبھی پیدا ہوا' اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شبلی نے عہد فاروقی کے سیاسی نظام حکومت کو منظر عام پر لانے کی طرف زیادہ توجہ کی اور اپنے مورخانہ' عالمانہ اور محققانہ طرز تحریر اور استدلال سے یہ بیان کیا کہ اہل یورپ جس سیاسی نظام حکومت پر آج ناز کرتے ہیں۔ اس کا حیرت انگیز سبق آج سے تیرہ سو برس قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑھا چکے تھے۔ شبلی نعمانی کا عظیم مقصد تھا کہ انگریزوں کی ہر

چال اور ہتھکنڈے کا جواب سیرت فاروقی سے دیں تاکہ امت مسلمہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکے جبکہ پرویز کا مقصد سیرت فاروقی کو اپنے مسلک (یعنی قرآنی معیار) کے مطابق اجلی اور نکھری صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا۔

2. شبلی نے الفاروق میں مضامین لکھتے ہوئے سب سے مشہور اور متواتر روایات نقل کی ہیں جبکہ پرویز نے شاہکار رسالت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں وہ روایات نقل کی ہیں جو صحت کے اعتبار سے کمزور ہیں۔

3. علامہ شبلی نعمانی نے واقعات کو بیان کرتے ہوئے مستند اور معتبر کتابوں کے حوالہ جات کا خاص خیال رکھا ہے جبکہ پرویز نے حوالہ جات کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ کتاب کے اہم مضامین مثلاً خاندانی کوائف اور ولادت' سن رشد اور شباب کا زمانہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت' لقب فاروق کا ملنا' عہد رسالت مآب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں جنگ موتہ تبوک کی مہم' واقعہ قرطاس' رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت' امیر المومنین کا لقب' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی' سن ہجری کا تعین شہادت عمر اور اس کے اسباب' اور صائب الرائے ہونا ایسے اہم تاریخی واقعات ہیں جن کو بیان کرنے کے لئے حوالہ جات کی اشد ضرورت تھی۔ علامہ شبلی نے ان تاریخی واقعات کو بیان کرتے ہوئے مستند اور معتبر کتابوں کے حوالہ جات دیئے ہیں جبکہ علامہ پرویز ان اہم واقعات کو بیان کرتے ہوئے اکثر مقامات پر بغیر حوالہ کے ہی گزر جاتے ہیں۔

4. علامہ شبلی نعمانی نے ابتدائی ماخذات کے حوالہ جات دے کر مضامین کی وضاحت کی ہے جبکہ پرویز نے ثانوی ماخذات کو زیادہ اہمیت دی ہے۔

5. علامہ پرویز نے شاہکار رسالت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں مضامین کی وضاحت کرتے ہوئے متعدد بار اپنی قرآنی بصیرت کو سیرت فاروقی رضی اللہ عنہ سے جوڑنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مضامین تحریر کرتے ہوئے نہ صرف اپنی دوسری تصنیفات کتاب التقدیر' جوئے نور' مقام حدیث' اسلام کیا ہے۔ قرآنی قوانین واقدار' اسلامی سوشلزم' سلیم کے نام خطوط کے حوالہ جات دیئے ہیں بلکہ اپنے استاد اسلم جیراج پوری کی کتاب تاریخ الامت، فتنہ افکار حدیث از علامہ محمد ایوب اور شہادت القرآن از مرزا غلام احمد قادیانی' کے بھی حوالے دیئے ہیں۔ علامہ پرویز نے ان منکرین حدیث کی کتابوں کے حوالہ جات دے کر مضامین کی وضاحت کی ہے جبکہ علامہ شبلی نے مضامین کی وضاحت کرتے ہوئے قاری کو فرقہ بندی سے بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس لئے اپنی اور اپنے اساتذہ کی کسی تصنیف کا حوالہ نہیں دیا۔

6. شبلی نعمانی نے سوانح نگاری کے بنیادی اصول حوالہ جات، بیان واقعات میں تسلسل اور ربط، ایجاز واختصار' صداقت' ذاتی تاثر سے گریز کو اپنایا ہے جبکہ علامہ پرویز نے ان بنیادی اصولوں کو اہمیت نہیں دی۔

7. الفاروق میں اختلافی امور کا ذکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ شاہکار رسالت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں کتب روایات' تاریخ' صحاح ستہ' اہل سنت والجماعت' اہل حدیث اور شیعہ حضرات پر بڑی تنقید کی گئی ہے۔

8. شاہکار رسالت ﷺ میں وقعات کا اعادہ و تکرار موجود ہے۔ مثلاً روایات و تاریخ کے بارے میں پرویز کا مسلک' حسبنا کتاب اللہ' مجلس مشاورت ان موضوعات پر پرویز نے متعدد بار اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے جبکہ شبلی کی الفاروق میں واقعات کا اعادہ و تکرار موجود نہیں۔

9. دونوں مصنفین کے اسلوب تحریر میں چند نکات مشترک ہیں۔ دونوں کی تحریر میں سادگی' جوش بیان، شاعرانہ اسلوب اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مضامین کی وضاحت کی گئی ہے۔ چند مضامین ایسے ہیں جن میں شبلی اور پرویز کے نظریات یکساں ہیں۔ مثلاً سن رشد اور شباب کا زمانہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی' شام و عراق کی اراضیات کا مسئلہ' مجلس شوریٰ' بدر کے قیدیوں کے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کی رائے' شراب خوری کی سزا۔ امیر المومنین کا لقب وغیرہ۔

10. الفاروق میں غیر متعلق موضوع پر بہت ہی کم گفتگو کی گئی ہے۔ قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ شبلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمحے کی جدائی بھی برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں جبکہ شاہکار رسالت ﷺ میں غیر متعلق موضوعات کی بھرمار ہے۔ مثلاً مصنف کی سوانح حیات' مذہب اور دین میں فرق' روایات و تاریخ میں میرا مسلک' طبری کی تاریخ کی تصریحات' خلافت و ملوکیت میں فرق اسلام مذہب نہیں' میری زندگی کے دو دور' خدا اور بندے کا تعلق' مسجد اقصیٰ اور شب معراج' قوموں کی موت و حیات کے فیصلے' رزق خدا کے ہاتھ میں ہے' جنت کا راستہ' قرآن اور شاعری، اہل بیت کا شجرہ نسب، شیعوں کے فرقے' شیعہ حضرات کی حدیث کی کتابیں اور چودھواں باب بعنوان شعلہ عشق سیاہ پوش ہوا تیرے بعد کے 75 صفحات میں عجمی سازش کی تفصیل دی گئی ہے۔ یوں کتاب کا 1/3 حصہ غیر متعلقہ موضوع سے بھرا ہے جس میں سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام ونشان تک نہیں۔

11. مندرجہ بالا حقائق و دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات بآسانی کہی جاسکتی ہے کہ مقاصد تالیف و زمانہ تالیف' مصادر وماخذ' اسلوب تحریر اور خصوصیات کے تقابل کی حیثیت سے شبلی نعمانی کی کتاب زیادہ بہتر خصوصیات کی حامل ہے۔ سوانح عمری کی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو سوانح نگاری کے میدان میں بھی مولانا شبلی نعمانی کو علامہ غلام احمد پرویز پر فوقیت حاصل ہے۔

References

[1] Muhammad Akram, *Yādgār Shiblī* (Lahore: Islamic Culture Centre, 1994), 205.
[2] Sakhī Ahmad Hāshmī, *Shiblī kā Zehnī Irtiqā* (Karachi: Majlis Yādgār Hāshmī,), 21.
[3] M.S. Nāz, *Shakhṣīyāt kā Encyclopedia* (Lahore: Tarikh adab 1987), 396.
[4] Khāliq Anjum, *Shiblī kī ʻilmī wa Adbī Khidmāt* (Delhi: Ṣummer Offset Printers, 1996), 6.
[5] Syed Sulaiman Nadvī, *Ḥayāt Shiblī* (ʻĀzam Garh: Dār al-Muṣanafīn Shiblī Academy, 2008), 723.

[6] Dr. Syed Abdullah, *Sir Syed or un kay Rufaqā* (Islamabad: National Language Promotion Board, 1986), 153.
[7] Shiblī No'manī, *Makātīb Shiblī, ed.* Moeen al-Dīn Ahmad Ansari (Sindh: Urdu Academy, 1967), 266.
[8] Ghulām Ahmad Pervaiz, *Tulūe'Islam Monthly 68*, no. 2, (2015): 4.
[9] Dr. Manzoor-ul-Haq, Editor's Diary, *Tulūe'Islam Monthly 4*, no. 2, (2011): 3.
[10] Muhammad Umer Darāz, *Daulat Parvaiz* (Lahore: Al-Noor Printers &Publishers, 1992), 11.
[11] Akram, *Yādgār Shiblī*, 206.
[12] Ghulām Ahmad Pervaiz, *Shāhkār Risālat* (Lahore: Tulūe' Islam Trust regd. Gulberg-2, 2014), 25.
[13] Shiblī No'manī, *Al-Farūq* (Lahore: Islami Kutub Khāna Urdu Bazar,), 31.
[14] Al-Ḥadīd, 57:1.
[15] Al-Ḥadīd, 57:7.
[16] Shiblī, *Al-Farūq*, 38.
[17] Al-Ḥāqah, 69:38-39.
[18] Al-Ḥāqah, 69:40-41.
[19] Al-Ḥāqah, 69:42.
[20] Al-Ḥāqah, 69:43.
[21] Pervaiz, *Shāhkār Risālat*, 39.
[22] Aḥmad Ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad* (Beirūt: Mosasa al-Risālah, 2001 A.H.), Ḥadīth no. 107.
[23] Shiblī, *Al-Farūq*, 58.
[24] Muḥammad Ibn Ismā'īl Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Bukhārī* (Beirūt: Dar Touq-al-Najaat,1422 A.H.), Ḥadīth no.6830.
[25] Pervaiz, *Shāhkār Risālat*, 397.
[26] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Bukhārī*, H. No. 3686.
[27] Haikal, *'Umar Farooq A'zam*, 719.
[28] Abd al-Raḥmān Abī Bakr al-Suyūṭī, *Tareekh al-Khulafā*, trans. Shams Barelvi (Lahore: Zahid Bashir Printers, 1997), 304.
[29] Abu J'afar Muhammad Ibn Jarīr, *Tareekh Al-Tabarī* (Beirūt: Dar al-turath, 1387 A.H.), 4:209.
[30] Shiblī, *Al-Farūq*, 316.
[31] Muslim Ibn Hajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār Aḥyā-al-Turath-al-'Arabī, 3004), Ḥadīth no. 72.
[32] Sulaimān Ibn Ash'ath, Sunan Abū Dāwūd (Beirūt: Al-Maktaba al Asriah), Ḥadīth no. 3646.
[33] Muhammad Ibn 'Isa, *Jami' at-Tirmidhi* (Egypt: Shirkat Maktaba wa Matba'tu Musṭafā al-Babi al-Ḥalbī, 1395 A.H.), Ḥadīth no. 2666.
[34] Bukhārī, *Ṣaḥīḥ Bukhārī*, Ḥadīth no. 6880.
[35] Sulaiman Ibn Ahmad al-Tabrānī, *Mo'jam Ṣaghīr* (Beirūt: Al-Maktab al-Islāmī, 1985), Ḥadīth no. 1176.

[36] Al-Suyūṭī, *Tareekh al-Khulafā*, 288.
[37] Maḥmood Aḥmad Ghāzī, *Muḥāḍrāt Hadith* (Lahore: Al-Faiṣal Publishers Urdu Bazar, 2012), 198.